www.KitaboSunnat.com

التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

سورۃ بقرہ

(قسط ۱۱)

قبر میں رکھتے ہی دو دڑاونے فرشتے "منکر نکیر" احتساب کرنے، جائزہ لینے اور ان کو چیک کرنے کے لیے قبر میں آدھمکتے ہیں: فاذا انصرفوا اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان لہ ما کنت تقول فی ھذا الرجل محمد (صحیحین عن انس) اتاہ ملکان اسودان ازرقان یقال لاحدھما منکر وللآخر النکیر (مجمع الفوائد۔ ابوھریرۃ)

روزانہ ستر ہزار فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نازل ہوتے ہیں، اس کو گھیر کر جھومتے اور قربان ہوتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ جب شام پڑتی ہے تو یہ چلے جاتے ہیں اور دوسرے آجاتے ہیں، تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہتا ہے: ما من یوم یطلع الا نزل سبعون الفا من الملٰئکۃ حتی یحفوا بقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضربون اجنحتھم ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اذا امسوا عرجوا وھبط مثلھم فصنعوا مثل ذلک حتی اذا انشقت عنہ الارض (دارمی عن کعب) فرشتوں کی ایک جماعت گھومتی پھرتی رہتی ہے، درود پڑھنے والوں کے درود سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچاتے ہیں۔ ان للہ ملئکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام (بزار۔ عن ابن مسعود)

جو ایک بار بھی حضورؐ پر درود پڑھتے ہیں اللہ اور اس کے فرشتے ستر بار اس پر صلوٰۃ کرتے ہیں: من صلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واحدۃ صلی اللہ علیہ وملئکتہ سبعین صلوٰۃ۔ (رواہ احمد عن ابن عمرو فی روایۃ عشرا)

حج کے دنوں میں عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں اور اپنے حاجیوں پر ناز کرتے ہیں، انہ یتجلی ثم یباھی بھم الملائکۃ (مسلم عن عائشۃ) مزید ان سے ارشاد ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ لوگ پوری رغبت کے ساتھ میرے حضور حاضر ہوئے ہیں، میں نے ان کی سب دعائیں قبول کر لیں۔
یا ملٰئکتی إعبادی دفعوا فی الرغبۃ والطلب فاشھد کم انی قد اجبت دعائھم الحدیث رانس۔ مجمع الفوائد) ان اللہ تطول علی اھل عرفات یباھی بھم الملٰئکۃ یقول: ملائکتی: انظروا الی عبادی شعثا غبرا اقبلوا یضربون الی من کل فج عمیق فاشھد کم انی قد اجبت دعا بھم الحدیث (ایضا)

جن گھروں میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں فرشتے نازل نہیں ہوتے: ان البیت الذی فیہ المصور لا تدخلہ الملائکۃ (صحاح عن عائشۃ) جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں، جس گھر میں کتا یا تصویر ہوتی ہے ہم وہاں نہیں جایا کرتے: لا ندخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ (مسلم۔ عن ابن عباس)

روزانہ دو فرشتے زمین پہ اترتے ہیں، راہ حق میں خرچ کرنے والے کے لیے برکت کی اور کنجوس کے لیے بے برکتی کی دعا کرتے ہیں: ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللھم اعط ممسکا تلفا (صحیحین۔ ابوھریرۃ)

جو شخص امام کے سمع اللہ لمن حمدہ پر فرشتوں کے ہم آہنگ ہو کر اللھم ربنا لک الحمد کہتا ہے، اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ من وافق قولہ قول الملٰئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (صحیحین۔ ابوھریرۃ) ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سمع اللہ لمن حمدہ پر ربنا لک الحمد حمداً کثیرا طیباً مبارکاً فیہ، تو آپ نے سلام کے بعد پوچھا یہ کس نے پڑھا ہے ایک صاحب بولے: حضور! وہ میں تھا، فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے جو اس کو قلم بند کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے تھے رایت بضعۃ وثلثین ملکا یبتدرونھا ایھم یکتبھا اول (بخاری۔ رفاعۃ)

ملائکہ میں نمایاں اور عظیم ترین مقام، حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ جبرائیل امین کا تعلق وحی الٰہی سے ہے، جس پر قلب و نگاہ کی حیاتِ طیبہ کا دارومدار ہے میکائیل کا تعلق اس بارانِ رحمت سے ہے، جس سے زمین، نباتات اور حیوانات کی حیات وابستہ ہے اور حضرت اسرافیل کا تعلق اس نفخ صور سے ہے، جس پر حیات بعد الممات کا انحصار ہے۔ (اغاثۃ اللھفان ص۱۲۴)

ان میں بھی معزز ترین حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ قرآن نے ان کی یہ صفات بیان کی ہیں:

وہ رب کا رسول ہے، خدا کے ہاں بڑا مکرم و محترم ہے، صاحبِ قوت، مقرب اور بلند مرتبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہستی ہے، آسمان میں وہ قائد اور مطاع ہے اور وحی الٰہی کے سلسلے میں قابلِ اعتماد امین فرشتہ ہے۔ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (تکویر)

اسلام میں ایمان بالملائکہ ایمان کا پانچواں رکن ہے۔ یعنی یہ یقین رکھنا چاہیے کہ یہ خدا نہیں ہیں، خدائی اختیارات اور تصرفات کے مالک نہیں ہیں، وہ اس کے محترم اور مکرم غلام ہیں اور آسمان و زمین میں جو تدبیرِ الٰہی ہوتی ہے، اس کے یہ وسائط نگران اور امین خدام ہیں، خدا کی حمد و ثنا اور طاعت ان کی غذا ہے، خدا کے بیٹے، بیٹیاں یا دیوتا اور دیویاں نہیں ہیں۔ وہ سفلی جذبات اور احساسات سے ناآشنا اور بے خبر ہیں۔ ہاں قربِ الٰہی کے سلسلے میں بہت ذکی الحس اور حریص ہیں اس لیے اس منزل میں جو بھی شے حائل ہو سکتی ہو اس سے ان کو سخت وحشت محسوس ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ ملأ اعلیٰ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۱۷۶ھ) نے ملائکہ کے سلسلے میں "ملأ اعلیٰ" کے عنوان کے تحت بڑی دلچسپ بات کی ہے۔ من و عن اس کا پیش کرنا تو مشکل ہے، خلاصہ حاضر ہے، لیکن ان سب سے اتفاق کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ چونکہ یہ ایک نظریہ ہے اس لیے اس کا مطالعہ کر لیا جائے تو حرج بھی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

یہ ایک ایسی جماعت ہے جو افلاک کے روحانی اور لطیف عناصر سے پیدا کی گئی ہے۔

انھم اقوام خلقوا من روحانیات الافلاک ولطائف العناصر (تفہیمات الٰہیہ ص۱۰۴)

اعلموا ان الملاء الاعلیٰ جماعۃ صارت احجارھم البحتۃ من التجلی الاعظم بمنزلۃ الاشعۃ (الیاقوتیۃ ص۲۰)

اس جماعت کا نام الرفیق الاعلیٰ، الندی الاعلیٰ اور الملاء الاعلیٰ ہے۔

یعبر عنھم باعتبار ذلک بالرفیق الاعلیٰ والندی الاعلیٰ والملاء الاعلیٰ (حجۃ اللہ ص۱۲)

یہ بارگاہِ الٰہی کی مقرب ہستیاں ہیں۔

ھم افاضل الملائکۃ ومقربوا الحضرۃ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۲)

حدیث میں اس جماعت کو "ملأ اعلیٰ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

قال فیم یختصم الملأ الاعلیٰ (ایضاً ص۱۲)

ان کا خیال ہے کہ ملأ اعلیٰ کی جماعت میں انسانی نفوسِ قدسیہ بھی شامل ہو جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کا ذکر آیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وان الارواح افاضل الاد میین دخولا فیھم ولحو قابھم ...... وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رایت جعفر بن ابی طالب ...... یطیر فی الجنۃ مع الملائکۃ (حجۃ البالغہ ص ۱۲)

اس لیے فرماتے ہیں کہ ملأ اعلیٰ کی تین قسمیں ہیں :-

۱۔ نشانِ حق، اس پر خیر و خوبی کا نظام قائم ہے، وہ محض نور سے بنائے گئے ہیں جیسے نارِ موسیٰ (علم الحق ان نظام الخیر یتوقف علیھم فخلق اجساماً نوریۃ بمنزلۃ نار موسیٰ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲)

۲۔ وہ لطیف بخارات جو مختلف عناصر کے امتزاجات سے ابھرے جو خاص استعداد کے حامل ہوتے ہیں، وہ تلویثات بہیمیہ سے پاک ہوتے ہیں اور نفوس قدسیہ کا مسکن ہوتے ہیں۔ وقسم اتفق حدوث مزاج فی البخارات اللطیفۃ من العناصر استوجب فیضان نفوس شاھقۃ شدیدۃ الرفض للالواث البھیمیۃ (ص ۱۲)

۳۔ صاحبِ اخلاص، فرشتہ خصال اور محسنین، جو سدا حق تعالیٰ کی طرف رجوع رہتے ہیں، مرنے کے بعد ان کی روحیں بھی انہی میں جا شامل ہوتی ہیں۔

وقسم ھو نفوس انسانیۃ قریبۃ الماخذ من الملأ الاعلیٰ ..... وعدت منھم (ص ۱۲)

موخر الذکر کی مثال شیخ عبدالقادر جیلانی ہے کہ بعد از وفات ملأ اعلیٰ کی شکل اختیار کر گئے تھے۔

ان الشیخ عبدالقادر ..... انہ لما مات صار بھیئۃ الملاء الاعلیٰ (تفہیمات الٰہیۃ ص ۸۵)

ان مقربین کی رہائش گاہ کا نام "حظیرۃ القدس" ہے؛ گویا یہ ان کا "اسمبلی ہال" ہے، جہاں وہ ابن آدم کی فلاح اور صلاح کی سوچتے اور سطے کرتے ہیں: ان کے انوار ایک دوسرے سے مل کر "الروح (جبرائیل) کے لیے بمنزلہ ہالہ ہوتے ہیں، بس اسی الروح اور ملأ اعلیٰ کے مجموعہ کے مسکن کا نام "حظیرۃ القدس" ہے اور "الروح" کی صدارت میں ملأ اعلیٰ کے اس دائمی اجتماع کا نام "تائید القدس" ہے۔

وافاضلھم تجتمع انوارھم وتتداخل فیما بینھم عند الروح الذی وصفہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکثرۃ الوجوہ والالسنۃ ..... وتسمی حظیرۃ القدس و ربما وصل فی حظیرۃ القدس اجماع علی اقامۃ حیلۃ نجاۃ بنی آدم ..... ویسمی اجماعھم المستمر بتائید روح القدس (حجۃ اللہ ص ۱۳)

تفہیمات ص ۶۵ میں اس کی تعبیر اس سے مختلف ہے۔ ہاں حاصل تقریباً ایک ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "ملأ اعلیٰ" میں سے بعض کو جب عوام دیکھ لیتے ہیں تو اول لگتے ہیں یہ تو خدا ہے حالانکہ وہ اس کا عبد ہے جو اس کے حکم سے ذرہ برابر سرتابی نہیں کر سکتا۔

فیقول ما ھذا بشراً ان ھذا الا الکریم والحق انہ عبد من الملأ الاعلیٰ مامور لا یستطیع تحولا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عما امر به (تفہیمات ص۲۱۲)

ملأ سافل: چونکہ ملائکہ کے بھی مختلف درجات اور مقامات ہیں، اس لیے آپ نے ملأ اعلیٰ کے مقابلے میں "ملأ سافل" کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

یہ ملأ اعلیٰ جیسے تو نہیں ہوتے لیکن اپنی انفعالی استعداد صالح کی وجہ سے "اخذ فیضان" کا ملکہ خوب رکھتے ہیں۔

ودون هؤلاء نفوس استوجب فيضانها حدوث مزاج معتدل فی بخارات لطيفة لم تبلغ بهم السعادة مبلغ الاولين فصار كما لهم ان تكون فارغة لانتظار ما يترشح من فوقها الخ (ص۱۳)

تفہیمات میں ان کا نام "العنصریون" لیا ہے (ص۶۹) ملأ اعلیٰ کے نیچے ملأ سافل کے درجے کئی ایک ہیں۔

وهكذا حتى يصل الى حضيرة القدس (تفہیمات ص۶۹)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں کافی کلام کیا ہے، لیکن جہاں آپ کا انداز محدثانہ ہے، لائق مطالعہ ہے، لیکن جہاں اس کا رنگ حکیمانہ یا متصوفانہ ہے، وہاں اس سے "پرہیز اولیٰ، الا اللہ" ــــــ حضرت شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں صوفیاء، متکلمین اور فلسفیوں کی کج بینی، لن ترانیاں اور "ربے کتاب" موشگافیوں کے بخیے ادھیڑ ڈالے ہیں۔ لیکن افسوس! خود اس سے پرہیز نہیں کر سکے، اس لیے ان کی تفہیمات، خیر کثیر، بدور بازغہ انفاس العارفین، ہمعات اور فیوض الحرمین جیسی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے "محدث" دہلوی کا پہچاننا ہمیں سخت مشکل ہو رہا ہے، اس لیے ہمارے اکابر کا کہنا ہے کہ ہمیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے دلچسپی ہے حکیم اور صوفی منش بزرگ سے نہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ آپ کی وہ باتیں "جو کتاب ہیں نہ سنت" محض ہندی "حکیم الامۃ" کی وجہ سے دین بنتی جا رہی ہیں۔ دین نہ بننے پائیں ــــ وما ذلك على الله بعزيز۔ اس سے غرض ان کی عظیم خدمات کی تحقیر یا قدر ناشناسی نہیں ہے بلکہ ہم نے آپ کے فلسفیانہ اور متصوفانہ بعض اغلاط کی بات کی ہے۔ اصل میں ساری خرابی آپ کی "تفہیم" میں ہے کیونکہ تفہیم دین کے لیے آپ نے جو طرح ڈالی ہے۔ بیشتر حصہ اس کا "اثمهما اكبر من نفعهما" کے قبیل سے ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے دماغ کو کچھ غذا میسر ہو جائے، دل کے لیے بہر حال کچھ زیادہ مفید نہیں ہے۔ حجۃ اللہ نسبتہً مفید ہے لیکن ان مباحث کے سوا جو ملاء اعلیٰ وغیرہ مضامین سے تعلق رکھتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک) نائب بنانے والا ہوں

[۱] جَاعِلٌ (بنانے والا۔ فَاعِل (کرنے والا) جاعل اور خالق مفہوم کے لحاظ سے تقریباً دونوں ایک ہیں؛ اس لیے دوسرے مقام پر "جاعل" کے بجائے "خالق" آیا ہے۔ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا (پ۱۴۔ الحجر ع۳۔ پ۲۳ ص ع۵) ہاں جَاعِلٌ، خَالِقٌ سے قدرے عام ہے، جاعل میں "خلق موصوف بہ صفت" ہوتا ہے۔ مثلاً اسی مقام پر کہ: میں بنانے والا ہوں، جو موصوف بہ خلافت ہوگا۔ ان الجاعلیۃ اعم من الخالقیۃ فان الجاعلیۃ ھی الخالقیۃ وشئ اخر وھو ان یخلقہ موصوفا بصفۃ الخلافۃ (الزلالین علی الجلالین)

جَعْل (بنانا، مقرر کرنا) دو قسم کا ہوتا ہے ایک "تکوینی" دوسرا "تشریعی" — تکوین کا تعلق "خلق" سے ہے کہ نیست سے ہست کرتا ہے۔ جب "جاعل" کے معنی "فاعل" کیے جائیں گے تو اس وقت تخلیق کے بجائے تجویز کے معنی ہوں گے کہ ہم اسے یہ حیثیت دینے والے ہیں۔ واللہ اعلم۔ جو معاملہ اس درجہ میں رہتا ہے، بندہ اس کی جواب دہی سے آزاد ہوتا ہے، کیونکہ یہ بات بشری طاقت سے پرے ہے۔ تشریع کا تعلق دینی حکم اور تجویز سے ہے، یعنی یہ کہ بندہ کو کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں، انسان کی فلاح اور صلاح اس میں ہے، اس میں نہیں، رب ان باتوں سے خوش ہوتا ہے اور ان سے ناراض۔ یہ بات بندوں سے متعلق ہے، اس لیے اس کی ان سے باز پرس بھی ہوگی اور اس کے اچھے یا برے نتائج بھی ان کو بھگتنے پڑیں گے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی — کیونکہ یہ سب امور انسان کے بس میں ہیں اگر وہ ان کی تعمیل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ یہی مفہوم اور تقسیم مندرجہ ذیل قرآنی الفاظ کی ہے۔

قضاء، حکم، ارادہ، کتابت، امر، اذن، کلمات، بعث، ارسال، تحریم، ایتاء اور انشاء۔ کہ ان میں سے ہر ایک "تکوینی" بھی ہے اور "تشریعی" بھی — ان کے تکوینی حصے سے بندوں کا کوئی تعلق نہیں ہاں تشریعی کے وہ ضرور جواب دہ ہیں، اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر حق تعالیٰ کے سلسلے میں بڑی بڑی بدگمانیوں نے جنم لیا ہے اور مخالفین کو یہ موقع ملا ہے کہ وہ اسلام کو بدنام کریں۔

قضاء۔ اس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہیں، ایک فیصلہ اور اس کا نفاذ تکوینی ہے کہ، بس اس نے جو چاہا کر دیا۔ اس خدائی فیصلہ سے انحراف کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مثلاً فرمایا:

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ قُضِیَ بِالْحَقِّ (پ۲۴۔ مومن ع۹) (جب حکم خدا آموجود ہوا تو برحق فیصلہ کر دیا گیا)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ تکوینی خدائی فیصلہ ہے، جس کی تعمیل یا عدمِ تعمیل بندوں کے بس میں نہیں ہے، جب کوئی دھر لیا جاتا ہے تو اس سے یہ باز پرس نہیں ہوگی کہ غیر کیوں اس کی زد میں آئے یا اس سے کوئی بھاگنا چاہتا تو بھاگ سکتا اور پھر خدا اس سے باز پرس کرتا کہ تم کیوں بھاگ گئے۔ بلکہ یہ اٹل بات تھی جو ہو کر رہی اور ہو کر رہتی ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل ع۳) اور آپ کے رب نے یہ حکم قطعی دے دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

یہ فیصلہ اور قضا تشریعی ہے، غرض یہ ہے کہ یہ اللہ کا فیصلہ اور قضا ہے کہ ایسا کیا جائے، اگر کوئی نہ کرنا چاہے تو عدم تعمیل بھی اس کے بس میں ہے۔ ہاں اس کے نتائج (جزا اور سزا) اس کے بس میں نہیں رہیں گے۔ اگر یہ فیصلہ تکوینی ہوتا تو عدم تعمیل انسان کے بس کی بات نہ ہوتی، اسے ایک طبعی تقاضے اور خلقی انداز میں لازماً کرنا پڑتا اور عبادت ہی اس سے صادر ہوتی۔

حکم۔ یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے، تکوینی جس کا تعلق محض تخلیق اور تقدیر الٰہی سے ہے: مثلاً اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ (پ ۲۴۔ مومن ع۵) اللہ (اپنے) بندوں کے بارے میں (جو کچھ) حکم دینا تھا دے چکا۔

یہ حکم تکوینی ہے۔ جس سے سرتابی ناممکن ہے۔

ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (پ ۲۸۔ ممتحنہ ع۲) یہ اللہ کا حکم ہے جو تم لوگوں میں صادر فرماتا ہے۔

یہ تشریعی ہے، یعنی ہم نے اسے تمہارے لیے شریعت کا حکم بنا دیا ہے۔ ظاہر ہے کرنا نہ کرنا ہر ایک کے بس میں ہے اور باز پرس بھی صرف اسی تشریعی حصہ کی ہوگی۔

ارادہ۔ یہ بھی تکوینی اور تشریعی ہوتا ہے مثلاً اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (پ ۱۲۔ ھود ع۹) "بے شک آپ کا رب جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ یہاں اپنے اسی تکوینی ارادہ کا ذکر فرمایا ہے: وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ (پ ۵۔ النساء ع۵) اللہ چاہتا ہے کہ تم پر مہر (کی نگاہ) رکھے۔ یہاں تشریعی ارادہ کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے، اگر تم نہ چاہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ ارادہ اور مشیت میں فرق ہے، خدا ارادہ نہ کرے تو بھی بندہ ارادہ کر سکتا ہے لیکن رب کی مشیت کے بغیر بندہ کی مشیت ممکن نہیں رہتی (مفردات)

کتابت۔ کتاب کے معنی لکھنے، حکم، ضروری اور طے کرنے کے ہوتے ہیں: جو تکوینی ہے، وہ اٹل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس کا خلاف کسی کے لیے بھی ممکن نہیں اور اس کی جواب دہی بھی انسان کے بس سے پرے ہے: مثلاً یہ حکم تکوینی ہے، کوئی شخص شیطان سے دوستی رکھ کر گمراہ نہ ہو، ممکن نہیں ہے۔

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ (پ۱۷۔ الحج ع۱) اس کی نسبت یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو اس کی رفاقت کرے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (بقرہ۔ ع۲۳) تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔ یہ تشریعی ہے۔

امر۔ ایک تخلیقی اور تکوینی ہوتا ہے، دوسرا آئینی اور تشریعی، مثلاً إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (پ۲۳۔ یس ع۵) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس وہ اس سے اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

خدا کا یہ وہ امر ہے، جو اٹل ہوتا ہے، کسی سے پوچھ کر نہیں کرتا اور جب کر لیتا ہے تو کسی کے لیے اس سے مفر ممکن نہیں رہتا کیونکہ یہ تکوینی ہے اور تشریعی یہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (سورۃ نحل ع۱۳) بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور نیکی کا حکم دیتا ہے۔

اذن۔ اجازت، ارادہ اور حکم اس کے معنی ہیں، تکوینی یہ ہے: وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (پ۱۔ بقرہ ع۱۲) حالانکہ بے حکم خدا اپنی ان باتوں سے کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

تشریعی یہ ہے: أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (پ۲۵۔ شوریٰ ع۳) کیا ان لوگوں (نے خدا) کے شریک (بنا رکھے) ہیں (اور انہوں نے ان کو دین کا رستہ ٹھہرا دیا ہے، جس کا خدا نے حکم نہیں دیا۔

کلمہ۔ وعدہ، حکم، فیصلہ اور بات اس کے معنی ہیں: تکوین کی مثال: كَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (سورۃ مومن ع۱) اسی طرح (ان) کافروں پر (بھی) آپ کے رب کا فرمان صادق آچکا ہے۔

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ (پ۲۸۔ التحریم ع۲) اور وہ اپنے رب کے کلام اور کتب کی تصدیق کرتی رہی۔ یہ تشریعی حکم ہے۔

بعث۔ بھیجنا، کھڑا کرنا، زندہ کرنا، ابھارنا، عدم سے وجود میں لانا، جگا کر اٹھانا اس کے معنی ہیں، تکوین کی مثال یہ ہے:

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل ع۱)

تو جب ان میں پہلے (فساد) کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے ایسے بندے اٹھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھڑے کیے جو بڑے سخت گیر تھے۔ تشریعی کی مثال یہ ہے بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (پ۲۸۔ جمعہ) وہی تو ہے جس نے جاہلوں میں، ان ہی میں سے رسول بھیجا۔

ارسال۔ بھیجنے، مسخر کر کے بھیجنے، با اختیار اشخاص کو بھیجنے، کسی پر چھوڑ دینے وغیرہ اس کے معنی ہیں۔ تکوینی:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (پ۱۶۔ مریم ع۶)

ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو اکساتے رہتے ہیں۔

تشریعی شکل یہ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (پ۱۰۔ توبہ ع۵)

وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا۔

تحریم۔ اس کے معنی، منع کرنے کے ہیں، یہ ممانعت تسخیری ہو یا جبری، عقلی ہو یا شرعی۔

تسخیری اور جبری تکوینی ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ (پ۲۰۔ قصص ع۱) اور ہم نے (حضرت موسیٰ پر اناؤں کے) دودھ بند کر دیے تھے۔ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (پ۶۔ مائدہ ع۴) اچھا تو وہ ملک چالیس برس تک کے لیے ان پر حرام کر دیا گیا ——— پہلی آیت تسخیری اور دوسری جبری کی مثال ہے۔

تشریعی یہ ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ الآیۃ (پ۴۔ النساء ع۴) تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں الآیۃ سب حرام کر دی گئی ہیں۔

ایتاء۔ خدا کی طرف جب منسوب ہوتا ہے تو اس سے اس کے حکم کا عملاً نافذ ہونا مراد ہوتا ہے یہ تکوینی شکل ہے؛ مثلاً:

فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (پ۱۴۔ النحل ع۴) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عمارتوں کو جڑ سے تباہ کر دیا۔

تشریعی: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ (پ۲۸۔ الحشر ع۱) جو تمہیں رسول دے لے لیا کرو۔

انشاء۔ قرآن میں یہ ہمیشہ تکوین (ایجاد) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ (پ۲۹۔ ملک) وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔

مشیت۔ کسی شے کو چاہنا اس کے معنی ہیں، خدا کا چاہنا، چیز کے ہونے کو لازم کر دیتا ہے۔ یہ بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انشاء" کی طرح صرف تکوینی حقیقت ہے، جس طرح "محبت" صرف تشریعی حقیقت ہے۔

ان الفاظ کی وضاحت کی ضرورت اس لیے پڑی ہے کہ بہت سے لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہوتا ہے خدا خود کرتا ہے ہمیں خواہ مخواہ اس کا الزام دیتا ہے۔ حالانکہ جہاں یہی کیفیت اور صورت ہے خدا وہاں بندوں سے اس کی بازپرس بھی نہیں فرماتا۔ اور جہاں بازپرس ہوتی ہے، وہاں انسان کے لیے اس کی حیثیت تشریع کی ہوتی ہے، شریعت اسے ہی بنایا جاتا ہے جو انسان کے اختیار اور بس میں ہو۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

جعل۔ یہ بھی دو قسم کا ہے، تکوینی اور تشریعی۔ تکوینی کی مثال یہ ہے: اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا (پ۲۲۔ یٰس ع۱) ہم نے ان کی گردن میں (بھاری بھاری) طوق ڈال دیے ہیں۔ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون (پ۱۱۔ یونس ع۱۰) اور (کفر و شرک کی) گندگی ان ہی لوگوں پر ڈالتا ہے جو ہوش سے کام نہیں لیتے۔

ہمارے نزدیک: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً میں بھی یہی جعل تکوینی مراد ہے تشریعی نہیں ہے جیسا کہ ابن کثیر کا کہنا ہے۔ ہاں مفسرین کی ایک عظیم جماعت اسے تشریعی جعل قرار دیتی ہے۔ ولکل وجهة۔

جعل تشریعی کی مثال یہ ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ الاٰیۃ (پ۷۔ مائدہ ع۱۴) اللہ نے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ) مقرر نہیں کیا۔ (یہ مباحث زیادہ تر شفاء العلیل لابن قیم سے کچھ مفردات راغب اور ابن کثیر سے ماخوذ ہیں)

بہرحال مندرجہ بالا خدائی اصطلاحات ہیں: جہاں تکوین (کسی شے کو ایجاد کرنے، مسلط کرنے خلق کرنے اور نتائج کو مرتب کرنے) کے معنوں میں ان کو استعمال کیا گیا ہے وہاں خدا کوئی الزام نہیں دیتا کیونکہ وہ بجائے خود "خدائی اختیارات" کی بات ہے۔ اور جہاں تشریع (خدائی لائحہ عمل اور طرز حیات) کے معنی میں آئی ہیں وہاں جواب دہی کا بوجھ بھی بندوں کے کندھوں پر ڈال دیا گیا ہے اگر ان اصطلاحات کے اس فرق کو ملحوظ رکھ لیا جائے تو ان شاء اللہ ذہنی الجھاؤ کے امکانات بہت کم رہ جائیں گے۔ بشرطیکہ کوئی از خود الجھاؤ پیدا کرنے کے موڈ میں رہنے پر مصر نہ ہو۔

۵۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں، زمین پر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے سوا اور جتنے سیارے، کرّے اور طبق ہیں، ان میں تکوینی نظام تو موجود ہے، تشریعی نہیں ہے۔ آسمانی دنیا میں جہاں فرشتے مصروف بہ تسبیح و تقدیس یا کسی خدمت پر مامور ہیں ان کا رنگ خالصتاً تکوینی اور طبعی ہے۔ تشریعی نہیں ہے (کیونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولیسا کرنے پر وہ مجبور اور مجبول ہیں۔ ان کا رنگ بالکل میکانکی اور قدرتی ہے۔ (وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون) میں بھی انسان اور جنوں سے مطلوب عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے مگر اس پر ان کو مجبور محض نہیں پیدا کیا گیا، کیونکہ یہ بات تشریعی ہوتی ہے تکوینی نہیں ہوتی۔ ہاں دوسرے سیاروں یا آسمانوں میں "قیادت" تو ضرور موجود ہے، لیکن ویسے جیسے بجلی کا سوئچ آف یا آن کرنے والی بات ہو کیونکہ وہاں جیسا کچھ ہو رہا ہے وہ بے نظام تو نہیں ہے لیکن جتنا اور جیسا کچھ ہے وہ سرتا پا تکوینی ہے، تشریعی نہیں ہے۔

اہلِ زمین میں سے جن کے لیے یہ تشریعی نظام اتارا گیا ہے، وہ بھی ان میں سے صرف انسان اور جن ہیں، ان کے علاوہ دوسری کسی جنس اور نوع کو خطاب نہیں کیا گیا۔

ؔ۵ خَلِیْفَۃ (جانشین، وارث، نمائندہ، ترجمان، نائب، بڑا بادشاہ، سردار) خلیفۃ کی جمع خلائف آتی ہے، خلفاء، خلیف کی جمع ہے خلیفہ کی نہیں ۔۔۔ (مفردات راغب خ ل م)

یہاں پر "خلیفہ" کے نام کا ذکر کیا گیا ہے، دوسری جگہ اسے "بشر" سے تعبیر فرمایا ہے:

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا (پ ۱۴ - الحجر ع ۲)

کہیں اسے "انسان" کے نام سے یاد کیا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (پ ۱۸ - مومنون ع ۱)

اس کی متعدد شکلیں ہیں:

خلافت نسلِ انسانی۔ خدا نے کافی حد تک انسان کو با اختیار، خلاق، ذی استعداد اور مجاز پیدا کیا ہے، زمین اور فضائیں اس کے مسخر کر دی ہیں۔ بناؤ اور بگاڑ کا ملکہ رکھتا ہے۔ سرکشی اور اطاعت کی صلاحیت یکساں اس کو حاصل ہے۔ روئے زمین پر مہیب سے مہیب تر مخلوق کی موجودگی کے باوجود "سرداری" صرف اس کو حاصل ہے۔ آسمان اور زمین کا دستر خوان صرف ابن آدم کے لیے بچھایا گیا ہے۔ چنانچہ بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ، فرشتوں کے سامنے جو انسان پیش کیا گیا تھا، وہ یہی انسان تھا، جو "امامتِ عامہ" اور "خاصہ" دونوں کی خصوصیات اور ملکات کا حامل تھا۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ' سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ خدا کے سامنے پوری نوعِ انسان تھی، تنہا آدم نہیں تھا ۔۔۔ بہر حال اسے "خلافت نسلِ انسانی" کہتے ہیں اور خَلِیْفَۃ سے یہی خلافت مقصود ہے: کیونکہ اس میں فساد و خونریزی کا بھی ذکر ہے، اگر خلیفہ سے مراد خلیفہ برحق ہو، جس کے دلیل نمونہ حضرت آدم علیہ السلام تھے تو فساد اور خونریزی کی تلمیح اور الزام بے معنی رہ جاتا ہے سکتے ہیں خلائف یا خلفاء کے بجائے "خلیفہ" کا ذکر اس امر کا ثبوت ہے کہ خلیفہ سے مراد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ برحق تھے۔ (۳) بات یہ ہے کہ اس وقت سب کے سب خلائف یا خلفاء نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک "خلیفہ" کو نامزد کیا جا رہا تھا۔ اس لیے خلائف یا خلفاء کے بجائے "خلیفہ" کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بقول علامہ راغب، خلیفہ دراصل خلائف کا واحد ہے، خلفاء کا نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہاں وہ معنی مراد نہیں ہیں جو "اصطلاحی خلیفہ" کے معروف ہیں۔ جہاں یہ "اصطلاحی خلیفہ" مراد ہے، وہاں "حکومت عدل" کی قید کے ساتھ موجود ہے جیسے: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ (پ۲۳۔ ص ع۲) "اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو آپ لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کریں!" جہاں یہ قید نہیں وہاں بااختیار سردار اور وارث کے معنی میں آیا ہے: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (پ۸۔ انعام ع۲۰) کہیں "خلائف" کے بجائے "خلفاء" بھی لایا گیا تو بھی معروف معنوں میں نہیں مثلاً: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (پ۸۔ اعراف ع۹) "اے بھائیو! وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا۔" ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (یونس ع۲) "یعنی پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا۔" یہ سب کچھ کفار سے کہا جا رہا ہے ظاہر ہے وہ معروف معنوں میں خلیفہ نہیں تھے۔ بہرحال بعض اکابر نے "خلافتِ نسلِ انسانی" کا نام "خلافتِ قدرت" بھی رکھا ہے۔ اس لیے اگر کوئی صاحب اس کے معنی "وارث اور سردار" کرے تو وہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ روئے زمین پر نیک و بد سے قطع نظر اگر بلا استثناء کسی کی سرداری کا ڈنکا بجتا ہے تو وہ صرف نوعِ انسان ہی ہے۔

کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ اللہ" کہہ کر مخاطب کیا تو فرمایا، مجھے "خلیفۃ اللہ" نہ کہو، میں نائب خدا نہیں بلکہ نائب رسول ہوں اور یہی میرے لیے بس ہے۔ (خلفائے راشدین ص۲۹ حصہ سیرت الصحابۃ۔ بحوالہ الاستیعاب تذکرہ ابوبکر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں معروف معنوں میں لفظ خلیفہ کا استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ صرف بااختیار سردار کے معنی میں اس کو لایا گیا ہے۔ کیونکہ جہاں بھی اس قصے کو بیان کیا گیا ہے، وہاں کسی قسم کی "تشریع" کا ذکر نہیں ملتا۔ ابن کثیر بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں۔

ای قوماً یخلف بعضھم بعضاً قرناً بعد قرن وجیلاً بعد جیل ...... ولیس المراد ھھنا بالخلیفۃ آدم علیہ السلام فقط الخ (تفسیر ابن کثیر)

خلافتِ رسالت۔ دوسری خلافت، خلافتِ رسالت اور نبوت ہے، یہ خلافت تشریعی ہوتی ہے تکوینی نہیں ہوتی۔ نوعِ انسان کو بطور خلیفہ جو تمکن اور قدرت حاصل ہے، اس کو کنٹرول کرنے اور "راہ اصل بحق" رکھنے کے لیے تشریعی خلافت (خلافتِ رسالت) کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے، تاکہ نوعِ انسان اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کو غلط استعمال نہ کرے اور بے لگام ہو کر اتنی دور نہ بھاگ جائے کہ خدا کی کائنات میں رہ کر خدا سے بھی دور جا پڑے۔ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ۲۸۔ جمعہ ع۱) معاملات میں آپ پیغمبر خدا سے اپنا مشورہ ذکر کر سکتے ہیں، لیکن اس پر اصرار یا اس کی مزاحمت کرنا شرعاً ممنوع ہوتا ہے۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پ۱۸۔ نور ع۹)

خلافت رسول۔ اس سے مراد، رسول کی جانشینی ہے، جس کو قرآنی زبان میں "اولوالامر" بھی کہتے ہیں، اس سے غرض "مقاصد نبوت" کا تحفظ، استحکام اور نشر و اشاعت ہوتی ہے، ایسی خلافت "اَلْخِلَافَةُ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ" کہلاتی ہے، اسے "تشریعی اختیارات" حاصل نہیں ہوتے۔ وہ صرف کتاب و سنت کی ضیا بار مشعلوں کی روشنی میں کاروبارِ حکومت کا سفر جاری رکھنے کی مجاز ہوتی ہے۔ معروف میں اس کی اطاعت اور منکر میں اس کے سامنے "کلمۂ حق" کہنا دینی فریضہ ہوتا ہے۔ خلفاء سے نزاع اور اختلاف ممکن ہے لیکن قاطع نزاع کتاب و سنت ہوں گی۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (پ۵۔ النساء ع۸) بشرطیکہ اس سے "ملت اسلامیہ کی وحدت" کو نقصان نہ پہنچے اور اس سے افتراق و انتشار کے امکانات ابھرنے نہ پائیں۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم (پ۱۰۔ انفال ع۶) گو اختلاف اور نزاع کے گھونٹ بڑے کڑوے ہوتے ہیں تاہم حکم یہ ہے کہ تلخ گھونٹ بہرحال نوش کرو۔ وَاصْبِرُوْا (پ۱۰۔ انفال ع۶)

خلافت ابوت:۔ اس سے مراد بیٹے کا باپ کا وارث ہونا ہے۔ گویا کہ باپ کی وفات کے بعد بیٹا اس کا جانشین ہوتا ہے۔

خلافت بیعت۔ خلافت کی یہ نوع صوفیاء کی ایجاد ہے، قاضی عبد النبی احمد نگری نے جامع العلوم الملقب بدستور العلماء میں "جامع الکلم" اسی کی خاصی تفصیل نقل کی ہے اور اسی خلافت کا نام "خلافت کبریٰ" بتایا ہے، یعنی ان کے نزدیک اسلامی حکومت "خلافت صغریٰ" ہے اور مرشد کی طرف سے مرید کے لیے بیعت، رشد و ہدایت اور تزکیہ و طہارت کے مجاز ہونے کا نام "خلافت کبریٰ" ہے۔ یعنی برعکس نام نہند زنگی کافور۔ بہرحال اس خلافت کبریٰ کا سلسلہ وہ بواسطہ حسنین اور حسن بصری اور حضرت کمیل بن زیاد کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچاتے ہیں۔ ان میں سے حضرت حسن بصریؒ کا سلسلہ زیادہ معروف ہوا ہے لیکن جمہور محدثین کے نزدیک حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اگر ہو بھی تو بھی ان سے مصطلح تصوف کا ثبوت مشکل ہے۔ دراصل جب مسلمان حکمرانوں نے تبلیغ اور تزکیہ و طہارت کی ذمہ داریوں سے آنکھیں پھیر لیں تو اس وقت اہل دل بزرگوں نے، پرائیویٹ حیثیت میں "تعلیم و تربیت" کے مرکز تخلیق کیے تاکہ خلق خدا کا تعلق خدا سے قائم رکھنے کی کوئی سبیل بنی رہے۔ چونکہ حکمران

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی تحریکوں سے عموماً بدظن بھی ہو جاتے تھے، اس لیے انھوں نے بزرگوں کے مقابر کے آس پاس تربیت گاہیں تعمیر کیں، وہاں سے جواہل دل علماء تیار رہوتے، ان کو بعض علاقے الاٹ کر دیے جاتے اور وہ وہاں جاکر رشد و ہدایت کے ذریعے عوام کی خدمت کرتے، غوث، قطب، ابدال، ولی وغیرہ ان کے عہدوں کے نام تھے۔ دنیا عجوبہ پسند اور اوہام پرست زیادہ ہوتی ہے، اس لیے بعد میں یہ سلسلے بجائے خود عوام کے لیے فتنہ بن گئے، خاص کر لوگوں نے اس "خلافت" پر قناعت کر لی اور اس "خلافت عظمیٰ" کی طرف سے بے حس ہو گئے جو در اصل سب روگوں کی واحد دوا تھی یعنی خلافتِ راشدہ ہے۔ گو یہ سب کچھ بہ امر مجبوری ہوا تاہم اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ پر منتج ہوا۔ اب تو افسوس! کہ یہ بھی باقی نہیں رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مندرجہ بالا آیت میں جس خلافت کا ذکر ہے وہ پہلی ہے، باقی رہی دوسری؟ سو وہ کاروانِ حیات کے لیے بانگ جرس کی حیثیت رکھتی ہے یا سفرِ حیات میں راہی اور مسافروں کی رہنمائی کے لیے مشعلیں اور سنگ میل جو ان کو ملحوظ رکھیں گے وہ منزل پالیں گے ورنہ بھٹک بھٹک جائیں گے۔ گویا کہ نسلِ انسانی کی افادی حیثیت کا دارومدار انہی مشعلوں پر ہے۔

حاصلِ آیت ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک ایسی ہستی کی تخلیق کا ذکر فرمایا جو بہ اختیار بہ ارادہ اور تخلیقی صلاحیتوں کی حامل ہو گی۔

ہم نے اس کا ذکر اس لیے کیا کہ اپنے مقام و مرتبہ کا احساس کریں اور خدا کا احسان مانیں۔ اور فرشتوں سے اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ:

ان کے بجائے اب کائنات میں "چودھری" انسان ہو گا اور یہ ان کے خادم اور معاون — صورت حال کی اس تبدیلی سے ان کو آگاہ کرنا ضروری تھا — آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ان سے مشورہ نہیں لیا بلکہ اپنے فیصلہ سے ان کو آگاہ کیا ہے، کیونکہ اس سلسلے کے کچھ کام ان سے بھی متعلق تھے۔

چونکہ یہاں ایک "خلیفہ، منتظم اور مدبر" کی حیثیت سے انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے اس کی مادی تخلیق کی تفصیل سے ہم نے یہاں بحث نہیں کی۔ جہاں اس کا ذکر آئے گا، وہاں اس سلسلے کی قابل ذکر تمام تفاصیل کو یکجا کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ تفسیر و تعبیر کی یہ طوالت غالباً آٹھ دس پاروں تک زیادہ تر رہے گی، پھر امید ہے، کافی کم ہو جائے گی۔ کیونکہ اکثر اہم موضوع اور مباحث ختم ہو جائیں گے، اور ہو سکتا ہے کہ باقی پاروں کی تفسیر کی ضرورت بھی باقی نہ رہے۔ غرض یہ ہے کہ جو مباحث قرآن میں مختلف مقامات میں مختلف اسلوب سے بیان کیے گئے ہیں انھیں یکجا مرتب کر دیا جائے تاکہ اس سلسلے میں قاری کو فائدہ پورا ہو۔ (مسلسل)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ